# دوستی

المہدی (عج) ادارۂ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

# تخلیقِ انسانی کا مقصد

- اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے؟
- مجھے دوسری مخلوقات کے مقابلے میں کونسا امتیاز عطا کیا گیا ہے؟
- میرا مقصدِ حیات کیا ہے؟

## مقدمہ

اس دنیا میں انسان ہمیشہ سے اس سوال سے دوچار رہا ہے کہ وہ کونسا ہدف ہے جس تک اسے پہنچنا ہے اور وہ کونسا راستہ ہے جو اس ہدف تک پہنچا سکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ اجمالی طور پر اس حقیقت کا بخوبی ادراک رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے عبث پیدا نہیں کیا اور نہ ہی اسے کھیل کود کی غرض سے خلق فرمایا ہے، بلکہ اس کی تخلیق میں کوئی حکمت ودانائی کارفرما ہے جس کی وجہ سے اللہ عزوجل نے انسان کو خاص عزت وعظمت سے سرفراز کیا ہے۔ جیسا کہ قرآنی آیت میں تاکید کی گئی ہے کہ:

افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون

کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تمہیں عبث خلق کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹائے نہیں جاؤ گے؟ (المومنون:۱۱۵)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزّوجل نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے؟ اور وہ کونسا مقصد ہے جس کی طرف وہ ہمیں متوجہ کرنا چاہتا ہے؟

## مقصد وہدف کی ضرورت

آغازِ کلام میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس وسیع وعریض کائنات میں پھیلی ہوئی تمام اشیاء کے خلق کرنے کا کوئی ہدف ومقصد ضرور ہے، اس کی کوئی غرض وغایت ہے اوران کی کوئی ایسی ذمہ داری ہے جسے وہ سب سرانجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ زمین، چاند، سورج، سیّارے اور ستارے الغرض تمام اشیاء اس کائنات کے عجیب وغریب نظام میں اپنا اپنا کردار نبھاتے ہوئے اپنا مقررہ فریضہ ادا کررہے ہیں۔اسی طرح کرۂ ارض میں مٹی، پانی، ہوا، نباتات اور حیوانات وغیرہ میں سے ہر ایک کو اپنا اہم کردار سونپا گیا ہے جو اس نظام ہستی میں زندگی کے انتظام اور اس کی برقراری کیلئے لازمی حیثیت رکھتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ انسانی زندگی میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔

کائنات کے اس عظیم الشان نظام میں موجود تمام مخلوقات اپنی تخلیق اور تکوین میں خالق حکیم اللہ عزوجل کی طرف منسوب ہیں جس نے اپنی حکمت سے انہیں پیدا کیا اور اپنے علم کی بدولت ان کی حدود مقرر فرمائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

خلق کل شئی فقدرہ تقدیراً

اوراس نے ہر شئے کو خلق کیا اور صحیح اندازے کے مطابق درست کیا۔(الفرقان:۳)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

صنع اللہِ الذی اتقن کل شیء

یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر شئے کو محکم بنایا(النمل:۸۸)

## انسانی امتیاز

یہ درست ہے کہ انسان بھی اسی قانونِ خلقت کے تحت اس کائنات میں موجود دوسری تمام اشیاء کے ساتھ مشترک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے عقل جیسی خوبی سے آراستہ فرمایا اور اسے علم وفہم

کی نعمت سے نوازا ہے ۔ کیونکہ عقل اللہ عزوجل کی عطا کردہ ایسی عظیم نعمت ہے جو ہمیں شعور وادراک، مقاصد واہداف کے انتخاب کی صلاحیت، اور ان میں سے بہترین کو اختیار کرنے کی استعداد فراہم کرتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمام کائنات کی دوسری مخلوقات کے مقابلے میں ہم بنی نوع انسان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ہم جن مقاصد واہداف کو متعین کرکے ان تک پہنچنا چاہتے ہیں ۔ ان اہداف کے انتخاب میں اختیار بھی رکھتے ہیں اور انہیں پوری سمجھ بوجھ اور مکمل ارادہ کے ساتھ اپنی عقل کے ذریعے ان پر غور وفکر کر کے قبول کرتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی اطمینان وتسلّی کے ساتھ ان کے نتائج کے بارے میں بھی سوچتے ہیں ۔ چنانچہ کبھی انسان کو سخت بھوک لگی ہوتی ہے لیکن وہ کسی دنیوی مصلحت مثلاً بیماری وغیرہ کی حالت میں ہونے کی وجہ سے یا کسی اُخروی مقصد کی خاطر مثلاً جب وہ واجب روزہ کی حالت میں ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح انسان عقل کی بدولت اپنی طبیعت اور فطرت پر قابو رکھتا ہے۔

عقل کی فضیلت میں کثیر احادیث وارد ہوئی ہیں ۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات میں عقل سے بڑھ کر زیادہ محبوب شئے پیدا نہیں کی ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہوتا ہے اسے عقل کامل عطا فرماتا ہے ۔ اس کے علاوہ غور وفکر کرنے کے بارے میں انتہائی ترغیب دی گئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَة

''ایک لمحہ غور وفکر کرنا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔'' (مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۱۸۳)

اب اس تناظر میں، کیا ہم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اور ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی چاہیے؟

## ہدف کا تعیّن

انسان جو کام بھی کرتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ انسان کھاتا ہے تا کہ اپنی بھوک مٹا سکے یا لذت حاصل کر سکے۔اور سوتا ہے تا کہ آرام وسکون حاصل کر سکے ۔ وہ کوئی نہ کوئی پیشہ اپناتا ہے اور مال ودولت جمع کرتا ہے تا کہ اپنی خوراک فراہم کر سکے اور دوسری ضروریاتِ زندگی پوری کر سکے ۔ وہ اس لئے تعلیم حاصل کرتا ہے تا کہ مستقبل میں کامیاب زندگی بسر کر سکے ۔ یہاں تک کہ کھیل کود میں بھی اپنی دلی تسکین اور توانائی کو بحال رکھنا اس کے مدنظر ہوتا ہے تا کہ وہ اپنے ضروری کام سرانجام دینے کے قابل ہو جائے ۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی کے معمولات میں انتہائی مصروف رہتا ہے، اور اس دوران اس کی عقل وفہم اس سوال کا جواب تلاش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے کہ وہ کونسا اصلی ہدف ہے جسے میں اپنی زندگی میں حاصل کرنا چاہتا ہوں؟

مثلاً جب انسان کسی تجارتی کمپنی کا افتتاح کرتا ہے تو وہاں پر خرید وفروخت ، ملازمین کے معاملات ، اوقات کار کی مناسب تقسیم بذاتِ خود کوئی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ اس کا اصلی مقصد وہدف صرف اپنی کمپنی کے لئے زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول پیش نظر ہوتا ہے ۔اس طرح سے انسان کی روزمرہ سرگرمیوں کے ضمنی اہداف کی اہمیت اس کی زندگی کے اصلی ہدف کی بلندی اور اہمیت سے طے پاتی ہے ۔

## سعادت ہی اصلی ہدف ہے

ہر انسان کا اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی ہدف ہوتا ہے، کسی انسان کا ہدف مستقبل میں ڈاکٹر یا انجینئر بننا ہوتا ہے، یا کوئی اس لئے محنت کرتا ہے کہ وہ کسی تجارتی کمپنی کا مالک بن جائے یا کسی پیشے میں مہارت حاصل کر لے ۔کسی کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح کوئی حکومتی عہدیدار ، سیاسی وسماجی رہنما یا معاشرے کی کوئی مشہور ومعروف شخصیت بن جائے ۔جبکہ بعض لوگوں کا مقصد یہ

ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی تبلیغ کریں اور انہیں دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی کی طرف رہنمائی کریں۔

اس دنیا میں کثیر تعداد میں اہداف ومقاصد اور متعدد قسم کی خواہشات اور اُمنگیں سامنے آتی ہیں۔لیکن کیا یہ مختلف خواہشات اور مقاصد ایک حقیقت کی طرف پلٹتے ہیں یا مختلف حقیقتوں کی طرف؟

کیونکہ ہم کسی ڈاکٹر سے جب یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ نے یہ پیشہ کیوں اختیار کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میرا مقصد اپنی اور دوسروں کی جسمانی بیماریوں کا علاج معالجہ کرنا اور انہیں صحت مند رکھنا ہے۔اس کی اس خواہش کی وجہ کیا ہے؟ تا کہ ہم سب صحت وعافیت اور سعادت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔اب اگر اس سے پوچھیں کہ عافیت اور سعادت کیوں چاہتے ہیں؟ تو وہ جواب دے گا :عافیت اور سعادت کی چاہت ایک فطری امر ہے اور ذاتاً مطلوب ہے نہ کسی اور چیز کی خاطر۔

اسی طرح انجینئر اور تاجر، سماجی کارکن اور رہنما، یہاں تک کہ عبادت گزار اور دینی عالم جو لوگوں کو رُشد وہدایت دینے کی خاطر قربانی پیش کرتا ہے، یہ سب کے سب سعادت کے طلبگار ہیں ۔اور اپنی پوری کوشش اور محنت صرف کرتے ہیں تا کہ سعادت مند ہوں اور آرام وسکون محسوس کرسکیں ۔ یہی وہ اصل ہدف ومقصد ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہم اس ہدف کو حاصل کرلیں۔ اللہ تعالیٰ زمان ومکان کی حدود سے بلند وبالا ہے۔اس کی حکومت ہر شیئ پر چھائی ہوئی ہے۔اس کے اسمائے حسنیٰ اور بہترین نشانیاں موجود ہیں۔اس کی ذات کبریاء کی لاتعداد نعمتیں ہیں جن میں کوئی کمی نہیں کرسکتا۔اس نے ہمیں اپنی رحمت کاملہ سے پیدا کیا اور وہ ہم سے کوئی منفعت یا فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتا۔وہ غنی ہے اسے کسی چیز کی کوئی احتیاج نہیں ہے بلکہ اس نے ہمیں کمال وسعادت وخوشحالی کی منزل تک پہنچنے کیلئے خلق کیا ہے۔

**نتیجہ یہ کہ:** انسان کی زندگی کا ہدف، سعادت کا حصول ہے۔

## خلاصہ:

۱۔ ہر شئے کا کوئی نہ کوئی ہدف و مقصد ہے جسے حاصل کرنے کی خاطر وہ مشیئتِ الٰہی کے مطابق مصروفِ کار ہے۔
۲۔ انسان کا امتیازی وصف عقل ہے جس کے ذریعے وہ پورے شعور و احساس کے ساتھ اپنے ہدف کو اختیار کر سکتا ہے۔
۳۔ اہم بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں اصل ہدف متعین کر لینا چاہیے۔
۴۔ سعادت ہی اصلی ہدف ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اس کے حصول کی خاطر ہر انسان جدوجہد کر رہا ہے۔

## سوالات:

۱۔ انسان اور دوسری مخلوقات کے لئے یقینی طور پر کسی ہدف کا ہونا کیسے ظاہر ہوتا ہے؟
۲۔ انسان کا وہ کونسا امتیاز ہے جو اسے اشرف المخلوقات بناتا ہے؟
۳۔ انسان مختلف اہداف کے حصول کی کوشش کرتا ہے، اس کا اصلی ہدف کونسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دوستی

## دوستی کی اہمیت

دین اسلام نے اس بات پر خاص توجہ دی ہے کہ انسانی تعلقات اور لوگوں کے درمیان قائم باہمی رشتے ایسی مضبوط اور پائیدار بنیادوں پر قائم ہوں جو انسان کی عقل، اسکے قلب اور اسکی پوری زندگی کو اپنے تابع کرلیں۔ کیونکہ انسانوں کے باہمی تعلقات انسانی زندگی کے بہت سے انفرادی اور اجتماعی اور داخلی اور خارجی پہلوئیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یعنی ان تعلقات میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ یہ الفت و محبت اور اخلاص کی ایک ایسی فضا ایجاد کردیتے ہیں کہ انسان اپنے جذبات و احساسات، افکار و خیالات، مختصر یہ کہ تمام رجحانات و میلانات میں ایک دوسرے کے اندر جذب ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔

کیونکہ انسان مدنی الطبع (فطرتاً گروہ کی صورت میں رہنا پسند کرنے والا) ہے، تنہا رہنا پسند نہیں کرتا، اور چاہتا ہے کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرے، لہذا اسکے لیئے ضروری ہوتا ہے کہ کوئی اسکا مونس و مددگار، ہمدم و ہمراز دوست ہو۔ اسی بنا پر اسلام نے قرآنِ کریم اور سنتِ معصومین میں دوستی و رفاقت کے متعلق گفتگو کی ہے اور اس بارے میں ضروری رہنمائی فرمائی ہے۔ ممکن ہے اعزہ و اقربا سے تعلقات اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنا انسان کی روحانی پیاس نہ بجھا سکے اور وہ اپنوں کے درمیان بھی خود کو اجنبی اور تنہا محسوس کرے اور اپنے بھی اسے پرائے نظر آئیں۔ لہٰذا اسے کچھ ایسے لوگوں کی ضرورت ہوگی جو اسکی فکر اور روح سے قریب ہوں اور ممکن ہے یہ اسکے اقربا و اعزہ سے بھی زیادہ اسکے قریب ہوجائیں۔

اس بارے میں امیر المومنینؑ نے کیا خوبصورت جملہ فرمایا ہے کہ: رُبَّ اَخٍ لَکَ لَمْ تَلِدْہُ اُمُّکَ "ممکن ہے تمہارے بھائیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوں جنہیں تمہاری ماں نے پیدا نہ کیا ہو۔"

ایک دوست کے دوسرے دوست پر بہت زیادہ اثر انداز ہونے کے پیش نظر پروردگار عالم نے انسان سے چاہا ہے کہ وہ دیکھ بھال کر اپنے دوست کا انتخاب کرے۔اسی لئے خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں مثبت اور مفید دوستی کے بارے میں بھی گفتگو فرمائی ہے اور منفی' مخرب اور خطرناک دوستی کے بارے میں بھی انتباہ کیا ہے۔

مثبت و مفید دوستی وہ ہے جو تقویٰ و پرہیز گاری کی بنیاد پر استوار ہو۔ یہ ایسا رابطہ ہے جو انسان کے افکار و خیالات' اسکے قلب اور اس کی پوری زندگی کو تقویت پہنچائے۔اس طرح کہ وہ فکری تقویٰ کا حامل ہو اور سوائے حق کے اسکی کوئی فکر نہ ہو' وہ قلبی تقویٰ کا حامل ہو اور سوائے خیر اور نیکی کے اسکا دل کسی اور چیز کے لئے نہ دھڑکے' اسکی پوری حیات تقویٰ سے معمور ہو اور سوائے صراطِ مستقیم کے کسی اور راستے پر قدم نہ اٹھائے۔اگر انسان متقی اور پرہیز گار ہو اور اس کی زندگی پرہیز گاری و تقویٰ پر مبنی ہو تو ایسا شخص یقیناً اپنے دوست کا خیر خواہ ہوگا' اسے ہدایت اور اسکی راہنمائی کرے گا۔ کیونکہ دین ہے ہی نصیحت اور خیر خواہی' ایسا فرد اپنے دوست کا وفادار بھی ہوگا کیونکہ وفاداری ایمان کے عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔اگر انسان مومن و متقی ہو تو یقیناً اپنے دوست کی مدد کرے گا' حتیٰ اس کو خود پر ترجیح دے گا۔

اسی بنا پر خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ دوستی تقوائے الٰہی کی بنیاد پر استوار ہو کیونکہ جن روابط و تعلقات کی بنیاد تقویٰ و پرہیز گاری پر قائم ہو ان کا آغاز خدا' اسکے رسول' اور اسکے اولیاء کے لئے ہوتا ہے اور وہ اسلامی عقائد پر استوار ہوتے ہیں۔لہٰذا جب تک انسان تقویٰ کے راستے پر گامزن ہوگا' گویا اس نے خدا کی مضبوط رسی کو تھاما ہوا ہے۔کیا یہ درست نہیں ہے کہ پروردگارِ عالم نے اپنی رسی مضبوطی سے تھامنے والا ایسے شخص کو کہا ہے جو نیکوکار اور اسکے سامنے تسلیم ہو؟ (۱) پھر پروردگارِ عالم نے ایسی ہی دوستی کو قیامت تک باقی رہنے والی دوستی کہا ہے کیونکہ دنیا میں قائم ہونے والی ایسی دوستیاں جن کی بنیاد خدا پر ایمان اور تقویٰ و پرہیز گاری ہو' وہ اپنا حقیقی مقام روزِ قیامت ہی دیکھ سکیں گی' کیونکہ آخرت رضوانِ اکبر اور الٰہی نعمتوں کا گھر ہے۔

اور یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں یوں ارشاد ہوا ہے: اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ''اس روز صاحبان تقویٰ کے سوا تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے'' (سورئہ زخرف ۴۳ آیت ۶۷)

یعنی صرف اہلِ تقویٰ کی دوستی باقی اور جاویدانی ہوگی۔ کیونکہ متقین کی دوستی نا قابلِ زوال اور قوی بنیادوں کی حامل ہے، جو نہ صرف موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح اس دنیا میں ان کے درمیان محبت ہوگی، اسی طرح سے یہ محبت آخرت میں بھی ان کے درمیان باقی رہے گی۔

جس طرح ہمارے جسم کو غذا کی ضرورت ہے جس سے ہماری قوت و طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہماری روح بھی دوستوں کی ہم نشینی سے کبھی اچھی باتیں کسب کرتی ہے اور کبھی بُرے دوستوں کی بُرائیاں ہماری روح میں سرائیت کر جاتی ہیں۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ نوجوان اپنی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے والوں کی روحانی اور اخلاقی حالت کا اچھی طرح جائزہ نہیں لیتے اور اپنی دوستی کا ہاتھ بھی ان کی طرف بڑھا دیتے ہیں اور پھر ان کی یہ بے توجہی ان کو حقیقی راستے سے دور تباہی اور بربادی کی طرف لے جاتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جوانوں کی اپنے دوستوں کی طرف فطری کشش اور جاذبیت سے بالکل صرفِ نظر بھی نہ کی جائے لیکن ان کو دوستی کی حدود و قیود، شرائط اور آداب سے بھی واقف کر دیا جائے تا کہ وہ غیر صالح اور ناپسندیدہ عناصر کے اثر و نفوذ سے بھی محفوظ رہ سکیں اور ان کی شخصیت کی بھی بے عیب پرورش ہو سکے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''انسان عملاً اپنے دوست کی سیرت و روش کی پیروی کرتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو نہایت دیکھ بھال کر دوست بنانے چاہئیں۔''

مولا علیؑ بھی اپنے ایک کلام میں نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''شریر لوگوں سے ربط وضبط سے پرہیز کرو کیونکہ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی اور تمہاری طبعیت ان

کی بُرائی قبول کرلے گی۔“

## بُرے دوست آخرت کے لئے خطرہ!

یہ بات یاد رہے کہ بُرے دوستوں یا بُری سہیلیوں سے خطرہ صرف دنیاوی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس قسم کی دوستی کی وجہ سے لوگوں کو قیامت کے دن بھی شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔

جو لوگ قیامت کے دن عذابِ خداوندی میں گرفتار ہوں گے ان میں سے ایک گروہ کے بارے میں قرآن یوں ارشاد فرماتا ہے کہ:

يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۔ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي

”وہ آرزو کرتے ہیں کہ کاش! ہم دنیا میں فلاں غیر صالح شخص سے دوستی اور رفاقت نہ کرتے۔ وہی تھا جس نے ہمیں گمراہی کے راستے پر ڈالا۔“ (سورہ فرقان، آیت ۲۸، ۲۹)

مولائے کائناتؑ نے فرماتے ہیں کہ:

”دنیا و آخرت کی بھلائی دو چیزوں میں جمع ہو جاتی ہے ایک رازوں کا چھپانا اور دوسری اچھے لوگوں سے دوستی کرنا۔ اسی طرح دنیا و آخرت کی بدبختی بھی دو چیزوں میں مضمر ہے، ایک رازوں کا فاش کرنا اور دوسری بُرے لوگوں کی رفاقت اختیار کرنا۔“

جو شخص بُروں سے دوستی کرتا ہے اگر چہ ان کی فطرت اس پر اثر انداز نہ بھی ہو تب بھی اس پر ان کے طور طریقوں کا الزام آجاتا ہے اور اگر وہ شراب خانے میں نماز بھی پڑھنے جائے تب بھی شراب خوری سے منسوب ہو جاتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”میرے والد بزرگوار نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹے! جو شخص بُرے لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے وہ ان کی بُرائی سے محفوظ نہیں رہتا اور جو شخص بدنام جگہوں پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے۔“

# دوست کس کو بنائیں؟

کیونکہ ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے اور اس سے دوستی کی جا سکے کیونکہ دوستی کے لائق وہی ہوتا ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں:

## ۱) دوست عاقل اور باشعور ہو

کیونکہ احمق اور بیوقوف شخص کی دوستی بالکل بیکار ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس سے دوستی ہو بھی جائے تو بالآخر اس سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ احمق وہ شخص ہے جو کچھ سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اسے اگر کچھ بتانے کی کوشش بھی کریں تو بھی اس کے پلّے کچھ نہ پڑتا ہو۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کسی صورت بیوقوف کو اپنا دوست مت بناؤ۔''

## ۲) دوست جو خوش اخلاق اور نیک طبعیت ہو

کیونکہ بداخلاق سے کسی قسم کی سلامتی کی توقع نہیں کی جا سکتی اور جب اس کی بداخلاقی حرکت میں آتی ہے تو اسے کسی کے حقوق پائمال کرنے میں کوئی باک نہیں ہوتا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

''نیک خو فاسق کی صحبت بدخو قاری سے بہتر ہے۔''

## ۳) دوست جو نیکوکار اور صالح ہو

کیونکہ جو شخص خدا کی نافرمانی اور گناہوں میں ڈوبا رہا ہے، اس کو خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جس میں خدا کا خوف نہ ہو اس کی دوستی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ نیک اور صالح لوگوں سے ملنا جلنا ہماری روحانی قوتوں کو بڑھاتا ہے، ہماری قوتِ ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔

ایسے ہی دوست کے بارے میں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن حمام میں ایک خوشبودار مٹی ایک محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آئی تو میں نے اس سے کہا کہ تو مُشک ہے یا عنبر کیونکہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں تو اس نے کہا میں تو ایک ناچیز مٹی تھی لیکن ایک مدت تک گلاب کے پھولوں کے ساتھ رہی، میرے ساتھی کے جمال نے مجھ میں اثر کیا تو میں خوشبودار ہوگئی ورنہ میں تو وہی ناچیز مٹی ہوں۔'' (ترجمۂ اشعار)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جو کریم اور صالح لوگوں سے دوستی رکھے۔''

## ۴) دوست دنیا کا حریص اور لالچی نہ ہو

کیونکہ ایک دوست کی طبعیت دوسرے دوست کی طبعیت میں سے کچھ ایسی چیزیں چُرا لیتی ہے کہ خود اس کو بھی خبر نہ ہوگی کہ مجھ میں دوست کی کون کون سی بُرائیاں آ گئی ہیں۔ لہٰذا اگر دنیا کے حریص سے دوستی ہوگی تو خود دوسرے دوست میں بھی دنیا کی حرص پیدا ہو جائے گی اور اگر کسی متقی و دیندار سے دوستی ہوگی تو اس سے خود زُہد و تقویٰ دوسرے میں پیدا ہوگا۔ اسی وجہ سے طالبینِ دنیا کی صحبت مکروہ ہے اور راغبینِ آخرت کی دوستی پسندیدہ ہے۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''دنیا پرست لوگوں سے دوستی نہ کرو اگر تمہارے مال و دولت میں کمی واقع ہوگی تو وہ تمہیں حقارت سے دیکھیں گے اور اس میں فراوانی ہوگی تو وہ رشک اور حسد میں مبتلا ہو جائیں گے۔''

## ۵) دوست احمق، کنجوس، بزدل اور جھوٹا نہ ہو

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''چار لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھو اور نہ ہی ان سے رشتہ داری قائم کرو۔ احمق سے،

کنجوس سے، بُزدل سے اور جھوٹے سے کیونکہ

احمق۔۔۔ تم کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہو گا تب بھی ناسمجھی میں نقصان پہنچا دے گا۔

کنجوس۔۔۔ تم سے لے گا تو سہی لیکن دے گا کچھ نہیں۔

کنجوس۔۔۔ معمولی مشکل کے وقت نہ صرف تمہیں بلکہ اپنے والدین کو بھی چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو گا۔

جھوٹا۔۔۔ اگر سچ بھی بولے گا تب بھی اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

## ٦) دوست فاسق و فاجر نہ ہو

امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''فاسق سے (دوستی سے) ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ وہ ایک لقمہ بلکہ اس سے بھی کمتر کی خاطر تجھے فروخت کرنے سے نہ چُوکے گا۔''

لوگوں نے پوچھا۔ مولاؑ ''لقمہ سے بھی کمتر'' کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا کہ محض اس کی طمع کے لئے (یعنی لقمہ حاضر نہ ہو محض اُمید ہو کہ شائد مل جائے)

## ٧) دوست خوشامدی اور چاپلوس نہ ہو

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''خوشامدی اور چاپلوس کو اپنا دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنے ناپسندیدہ اعمال کو اچھا بنا کر پیش کرے گا اور اس کی خواہش ہو گی کہ تمہارا کردار بھی ویسا ہی ہو جائے۔''

## ٨) دوست ایسا نہ ہو جو آپ کی لغزشوں کو یاد رکھے اور خوبیاں بھول جائے

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ہرگز ایسے شخص کی دوستی اختیار نہ کرو جو تمہاری لغزشوں کو یاد رکھے اور تمہاری خوبیوں کو بھول جائے۔''

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''وہ دوست جو کسبِ حلال اور اچھے اخلاق کے حصول میں تمہارا مددگار نہ ہو۔ اگر سمجھو تو اس کی دوستی تمہارے لیے وبال ہے۔''

## ۹) دوست تلوّن مزاج اور دھوکہ باز نہ ہو

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''تلون مزاج اور دھوکہ باز لوگوں کی دوستی میں بھلائی نہیں کیونکہ وہ جس رُخ کی ہوا چلے اُسی رُخ کو ہو لیتے ہیں۔ جب تمہیں ان کی مدد کی ضرورت نہ ہو تو وہ بڑے سخی اور فیاض ہوتے ہیں لیکن اگر تم کسی دن ان کے محتاج ہو جاؤ تو وہ بخیل اور سخت گیر ہو جاتے ہیں۔''

## ۱۰) دوست خائن، ظالم اور چغلخور نہ ہو

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''تین قسم کے لوگوں سے یعنی خائن، ظالم اور چغلخور کی دوستی اور رفاقت سے اجتناب کرو کیونکہ جو شخص تمہارے فائدے کی خاطر دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے وہ ایک دن تمہیں بھی دھوکہ دے گا اور جو شخص تمہاری خاطر لوگوں پر ظلم کرے وہ ایک دن تم پر بھی ظلم کرے گا اور جو شخص دوسروں کی چغلی تمہارے پاس کھائے وہ جلد ہی تمہاری چغلی دوسروں کے پاس بھی کھائے گا۔''

# دوستی کے فائدے

## دوستی کے دُنیاوی فائدے

یہ تو سب کو معلوم ہی ہوتا ہے کہ دوست کے مال، عزت اور جاہ ومنصب سے فائدہ اٹھانا یا صرف اس کے دیدار یا ہم نشینی سے دل بہلانا وغیرہ یہ سب دنیاوی فائدے دوست سے حاصل ہوتے ہیں۔

## دوستی کے دینی فائدے

۱۔ مثلاً دوست کے علم یا اُس کے عمل سے فائدہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۲۔ یا ضروریات میں اس کی مدد لینا تا کہ وہ مصیبتوں میں کام آئے۔

۳۔ یا اُس کی دعا کی برکت حاصل کرنا مقصود ہوتی ہے۔

۴۔ یا آخرت میں اس کی شفاعت کی توقع ہوتی ہے جبھی علمائے سلف نے فرمایا کہ:

''دوست بہت سے پیدا کرو کیونکہ ایماندار شفاعت کرے گا تو کیا عجب ہے کہ تم کسی دوست کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

نقل ہوا ہے کہ:

''خدا ایمانداروں کی شفاعت دوستوں کے باب میں قبول فرما کر دوستوں کو بھی ان کے ساتھ ہی جنت میں داخل فرما دے گا اور جب بندے کی مغفرت ہو جائے گی تو وہ اپنے دوستوں کی شفاعت کرے گا۔''

## دوستی صرف اللہ کے لئے ہو

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''خدا کو جب کسی کی بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ (بطورِ نعمت) اس کو دوست عطا فرما دیتا ہے کہ

اگر وہ شخص کبھی یادِ خدا سے غافل ہو جائے تو وہ (دوست) اسے یاد دلا دے اور اگر وہ خود ہی خدا کو ہمیشہ یاد رکھنے والا ہو تو وہ دوست بھی اس کی مزید مدد کرتا رہے۔"

اور فرمایا: "جو شخص خدا کے لئے کسی کو اپنا بھائی بنا لیتا ہے اسے جنت میں اتنا بلند درجہ نصیب ہو گا جو کسی اور عمل سے نصیب نہیں ہو سکتا۔"

ایک مقام پر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"خدا فرماتا ہے کہ میرے دوستی کا حق انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جو ایک دوسرے کے دوست میرے نام پر بن جاتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کو ملنے کے لئے اور دیدار حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں اور ایک دوسرے کو میرے لئے چاہتے ہیں اور میرے لئے ہی ایک دوسرے کو مالی سہولتیں فراہم پہنچاتے ہیں اور میرے ہی لئے ایک دوسرے کی امداد پر کمر بستہ رہتے ہیں۔"

## قیامت کے دن خدا کے دوست سائے میں ہوں گے

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"قیامت کے دن خدا پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ (میرے پسندیدہ محبوب) لوگ جنہوں نے میرے نام پر ایک دوسرے سے دوستی اختیار کی تھی کہ آج مخلوق کی پناہ کے لئے کوئی سایہ نہیں تو میں انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لوں۔"

## عبادتیں بیکار ہو جاتی ہیں

"خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل ہوئی کہ تمام زمین و آسمان کے برابر عبادتیں اس وقت تک فائدہ نہیں دیتیں جب تک اُن میں اللہ کے نام پر دوستی اور دشمنی نہ ہو۔"

## دوست وہ ہو جس کو دیکھ کر خدا کی یاد آئے

لوگوں نے ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا!

یا روحؑ اللہ! ہمیں کن لوگوں کی صحت میں بیٹھنا چاہیئے تو فرمایا اُن کی صحبت میں جن کو دیکھ کر

تمہیں خدا کی یاد آئے اور جن کا کردار تمہیں آخرت کی طرف راغب کر سکے۔''

## دوست کو دیکھ کر گناہ جھڑ جاتے ہیں

فرماتے ہیں کہ جب خدا کی خاطر دوستی کرنے والے آپس میں مل کر ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان کے گناہ اس طرح جھڑنے لگتے ہیں جس طرح خزاں میں درخت کے پتے سوکھ کر گر جاتے ہیں۔

# دوستی کے بارے میں چند احادیث

''عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے اچھی ہے۔'' امام علی علیہ السلام

''کسی دوست کی نعمت پر حسد کرنا نہایت ہی کم ہمتی اور ذلت ہے۔'' امام علی علیہ السلام

''بخیل دوست میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔'' امام علی علیہ السلام

''سچا دوست ایک موافق انسان ہے کہ دو قالب اور یک جان ہے۔'' امام علی علیہ السلام

''اپنی زبان کو نرم کلام اور سلام کہنے کی عادت ڈال کہ اس سے تیرے دوست زیادہ اور دشمن کم ہو جائیں گے۔'' امام علی علیہ السلام

''انصاف سے دوستی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔'' امام علی علیہ السلام

''جس شخص کو تجھ سے سچی محبت ہوگی وہ تجھ کو فضول اور ناجائز کاموں سے ہٹائے گا۔''
امام علی علیہ السلام

''تیرا دشمن وہ جو بُرے کاموں پہ اُکسائے۔'' امام علی علیہ السلام

''اس انسان کی دوستی پر اعتبار نہ کر کہ جو اپنے وعدہ (قول) کو پورا نہ کر سکے۔''
امام علی علیہ السلام

''اگر کوئی آدمی دوستی کے لائق نہ ملے تو کسی نااہل سے ہرگز دوستی نہ رکھ اور وہ شخص کہ جو اپنے مال سے تیری امداد، خبر گیری نہیں کرتا، اُس کو اپنا دوست مت خیال کر۔'' امام علی علیہ السلام